
جادو
سحر
اور
دم

یا اللہ تیرا شکر ہے

نام کتاب	———	جادوگر اور وہم
مصنف	———	قمر اقبال صوفی
سن اشاعت ای بک	———	فروری 2015
کمپوزنگ	———	محمد حسین کھوکھر
مارکیٹنگ	———	محمد حسین کھوکھر

PDF BY
HAKIM QAZI M.A KHALID

www.facebook.com/hakimkhalid

جادو، سحر اور وہم

روحانیت سے متعلقہ مسائل میں ایک بڑا عجیب، پر اسرار اور تیز سا مسئلہ مجھے جادو سے متعلقہ لگا ہے۔ پاکستان میں بہت سے لوگ اور ملک سے باہر پاکستانیوں میں بھی خاصی تعداد میں لوگ مجھے خود پر جادو ہونے کی شکایت کرتے ملے ہیں۔ یورپین لوگوں (گوروں) میں یہ تعداد بہت کم تھی جب کہ دوسرے ممالک کے مسلمانوں میں یہ تعداد پاکستانیوں کے مقابلے میں کوئی نصف تھی۔ اپنی عملی روحانیت کی کوئی تیس سالوں میں مجھے پاکستان اور باہر کی دنیا کا روحانیت سے متعلقہ ہر قسم کا لٹریچر پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ اس میں جادو کے موضوع پر بھی بہت سا مواد نظروں سے گزرا۔ اپنی مشرق و مغرب کی اس کوئی تیس سال سے زیادہ کی تحقیق میں جو کچھ بھی مجھے معلوم ہوا وہ میں یہاں مختصراً آپ کے علم میں لانا چاہتا ہوں۔

سب سے پہلے تو یہ دیکھنا چاہیے کہ جادو کہتے کسے ہیں اور اس کی کتنی قسمیں ہیں۔

مثلاً بنگال کا جادو بڑا مشہور ہے۔ مجھے اس کی متعلق ایک مزاحیہ بات معلوم ہوئی کہ بنگال میں ایک مشہور جگہ "قمرو کماچا" کے مقام پر عورتیں جادو کر کے وہاں آنے والے مردوں کو قابو کر کے ان سے شادی کر لیتی ہیں پھر وہ مرد واپس نہیں آتے۔

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ بہت سے نوجوان روحانیت یا جادو سیکھنے کے چکر میں قمرو کامچھا کے مشہور میلے پر جاتے ہیں۔ ماضی میں بہت سے نوجوان اس شوق میں کچھ عرصہ وہاں رہے اور پھر کرایہ بھاڑہ ختم ہونے کی وجہ سے وہاں ہی پکے رہ جاتے تھے اور شادی بھی کر لیتے تھے۔ ان لوگوں کو بنگال کے جادو کا شکار بتایا جاتا تھا۔

آج کل ٹی وی پر بہت سے شعبدہ باز بھی اپنے کرتب دیکھاتے رہتے ہیں۔ ان کرتبوں میں پانی پر چلنا، ہوا میں اڑنا، اپنے ٹکڑے کر لینا قسم کی چیزیں شامل ہیں۔ مگر یہ سب شعبدہ بازی ہوتی ہے۔ ان میں بہت مہنگے مشینی آلات اور شیشے کا استعمال کیا جاتا ہے۔ آج کل کے شعبدہ بازوں میں ڈیوڈ کاپر فیلڈ سب سے بڑا نام تصور کیا جاتا ہے۔ مغرب میں شعبدہ بازی سیکھانے کے باقاعدہ سکول بھی موجود ہیں۔

ایک جادو نظر بندی (MASS HYPNOTISM) بھی ہوتی ہے۔ جس کا ذکر قرآن پاک میں حضرت موسیٰ اور فرعون کے جادوگروں کے مقابلے میں بھی آیا ہے۔

جس میں لکھا ہے "حضرت موسیٰؑ کو ایسے نظر آیا جیسے رسیاں سانپ بن گئی ہیں اور چل پڑی ہیں" ۔ سورۃ

یعنی یہ نظر بندی (ماس ہپناٹزم) ہی تھی۔ پھر اللہ نے حضرت موسیٰؑ کو اپنا عصاء پھینکنے کو کہا جب عصاء پھینکا گیا تو وہ ان نظر آنے والے سانپوں کو نگل گیا۔

حقیقت میں یہ ماس ہپناٹزم کی فارم ہوتی ہے۔ جیسے 1980 تک انڈیا اور پاکستان میں مختلف گاؤں میں جادوگر آ کر ہوا میں رسی پھینک کر اسے کھڑا کر دیتے تھے پھر

ایک بچے کو اس پر چڑھا دیتے تھے۔ اسی قسم کا ایک واقعہ شہنشاہ جہانگیر کے دربار میں بھی ہوا تھا۔

اس میں جادوگر نے ایک رسی کو ہوا میں پھینکا تو وہ رسی ہوا میں کھڑی ہو گئی۔ اس کے بعد جادوگر نے اپنے ایک شاگرد لڑکے کو اس رسی پر چڑھنے کو کہا۔ وہ بچہ رسی پر چڑھ کر ہوا میں غائب ہو گیا۔

کچھ دیر بعد جادوگر نے اسے واپس بلایا مگر وہ شاگرد واپس نہ آیا۔ جادوگر نے اسے کئی بار حکم دیا کہ نیچے آ جاؤ۔

مگر اس کا چیلا نیچے نہ آیا۔

آخرکار غصے سے لال پیلا ہو کر جادوگر نے خود ایک چھری کو منہ میں پکڑا اور رسی پر اوپر چڑھنے لگ پڑا۔ چڑھتے چڑھتے وہ بھی اوپر غائب ہو گیا۔ پھر اوپر جھگڑے کی آواز آئی۔

اور کچھ دیر کے بعد اس کے شاگرد کے کٹے ہوئے بازو نیچے گرے۔ اس کی کچھ دیر کے بعد کٹی ہوئی ٹانگیں نیچے آ گریں۔ پھر شاگرد کا کٹا ہوا سر زمین پر آ گرا اور سب سے آخر میں اس کا بچا یادھڑ بھی نیچے آ گرا۔

تھوڑی دیر کے بعد جادوگر منہ میں خون آلودہ چھری پکڑے رسی سے اترتا نظر آیا۔ وہ شاگرد کو گالیاں دے رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ "اس حرامی پر اتنی محنت کی یہ الو کا پٹھا میری کوئی بات ہی نہیں سنتا۔ اس کا یہی علاج تھا"۔

پھر کچھ دیر کے بعد اس نے شاگرد کے سارے کٹے ہوئے اعضاء اکٹھے کیے۔ ان پر ایک کپڑا ڈالا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کا شاگرد صحیح سلامت مسکراتا ہوا کپڑے کے نیچے سے باہر آ گیا۔

اسی طرح ایسا ایک واقعہ میرے دوست کرنل خالد فاروق (ر) کی کپتانی کے وقت پیش آیا تھا۔

یہ 1973 کی بات ہے، خالد فاروق صاحب اس وقت کپتان تھے اور ملتان میں پوسٹ تھے۔ ان کی یونٹ میں ایک پچاس پچپن سالہ اردو سپیکنگ ابراہیم نامی شخص آیا اور یونٹ میں جادو کا مظاہرہ کرنے کی اجازت مانگی۔

یہ شخص خود کو بین الاقوامی شہرت یافتہ کہتا تھا۔

یونٹ کے کمانڈنگ آفیسر کرنل نے اسے کچھ مظاہرہ کرنے کا کہا، تو وہ شخص کرنل صاحب کے سامنے بیٹھ گیا اور تاش کی ایک گڈی جیب سے نکالی اور کرنل صاحب کو کوئی ایک پتا نکالنے کو کہا۔

کرنل صاحب نے ایک پتا نکالا اور اسے چھپا کر دیکھا۔

اس پر ابراہیم نے کہا، "یہ پان کی ملکہ ہے"۔

مگر کرنل صاحب کہنے لگے، "یہ پان کی ملکہ نہیں ہے"۔

ابراہیم نے پھر کہا، "یہ پان کی ملکہ ہے"۔

کرنل صاحب کہنے لگے، "یہ پان کی ملکہ نہیں ہے"۔

اپنے تجسس کی وجہ سے اس وقت خالد فاروق صاحب کرنل کے پیچھے جا کھڑے ہوئے۔ ان کے وہاں پہنچتے ہی پہلے وہ پیا جو ان کا حکم کا غلام تھا۔ پان کی ملکہ میں تبدیل ہو گیا۔

اس کے بعد وہ جو پتا بھی نکالتے تھے، ابراہیم جس بھی پتے کا منہ سے بولتا تھا، وہ اس پتے میں تبدیل ہو جاتا تھا۔

پھر اس کے بعد ابراہیم نے اس سے ملتے جلتے بے شمار کرتب دکھائے۔ ان میں ایسے کرتب بھی شامل تھے کہ سب لوگ حیرت سے دنگ ہو کر رہ گئے۔

یونٹ کے سب جوانوں اور افسروں نے ابراہیم کو حسب خوشی پیسے دیے۔

پھر خالد فاروق صاحب نے ابراہیم سے پوچھا، "کیا آپ حقیقت میں یہ سب کچھ کر لیتے ہیں؟"

اس پر ابراہیم کہنے لگا، "جناب اگر میں یہ سب کچھ حقیقت میں کر سکتا، تو پھر مجھے جگہ جگہ کرتب دکھا کر خوار ہونے کی کیا ضرورت تھی"۔

اسی طرح میرے ایک چکوال کے دوست قریشی صاحب جو کہ روحانیت کے عامل ہیں۔ انہوں نے اپنے خانیوال کے ایک عامل اور اپنے پیر کا بتایا۔

میں انہی کی زبانی سناتا ہوں۔

"اس عامل نے پہلے ایک مرے ہوئے کتے کا پنجر منگوایا، پھر اس میں ڈھسن (سَنی) کا پودا لگا دیا۔

وہ پودا تین چار ہفتے میں ہی اُگ کر کچھ بڑا ہو گیا۔ تو عامل نے اسے کاٹ کر اس کا چھلکا اتار کر رسی بنائی۔

عامل کے پاس ایک عیسائی نوجوان وِٹو بھی جادو سیکھنے کے لیے آیا کرتا تھا۔ عامل نے وِٹو کو بلا کر وہ رسی اس کے گلے میں ڈالی۔

تو وِٹو کتا بن گیا۔ عامل نے اسے دروازے ساتھ باندھ دیا۔

خاصی دیر وہ کتا وہاں بندھا رہا۔ پھر عامل نے وہ رسی اس کے گلے سے کھولی،

تو وہ کتا پھر سے وِٹو بن گیا"۔

قریشی صاحب نے یہ واقعہ مجھے دو تین بار سنایا۔ یہ کوئی 2007 کی بات ہو گی۔ پھر ایک دفعہ انہوں نے مجھے اس عامل استاد سے بھی ملوایا۔

میں چونکہ کسی کے "کتا یا کوا" بننے پر یقین نہیں رکھتا تھا۔ قریشی صاحب سے میری اس مسئلے پر کئی بار بحث بھی ہو چکی تھی۔

میں نے قریشی صاحب کے سامنے اس عامل سے پوچھا: "کیا وہ آپ نظر بندی کیا کرتے تھے؟"

تو وہ عامل پہلے خاموش رہا، پھر جب میں نے دوبارہ پوچھا تو وہ سر ہلا کر کہنے لگا: "ہاں"۔

اسی قسم کے ایک عمل میں کچھ لوگ پیسے لے کر دوسری دور دراز جگہوں سے مختلف کھانے کی چیزیں (مثلاً مٹھائی، روسٹ وغیرہ) بظاہر بذریعہ جن منگوا کر وہاں موجود دوسرے

لوگوں کو کھلا دیتے اور اس کے بعد سب ہڈیاں وغیرہ ایک پلیٹ میں رکھ کر اس پر کپڑا اڑا لتے ہیں وہ سب ہڈیاں غائب ہو جاتی ہیں۔

عامل کا کہنا یہ ہوتا ہے کہ جن ہی سب کچھ لے کر آئے تھے اور وہی سب ہڈیاں وغیرہ لے گئے ہیں حالانکہ یہ سب نظر بندی ہی ہوتی ہے۔ اس نظر بندی کو چیک کرنے کا طریقہ یہ ہے۔ کہ اگر اس کمرے میں موجود کوئی شخص ایک آدھ مرغے کی ہڈی جیب میں ڈال لے اور محفل ختم ہونے کے بعد بھی وہ ہڈی جیب میں موجود ہے تو پھر ان سب لوگوں نے حقیقت میں کچھ کھایا ہوتا ہے ورنہ یہ سب شعبدہ بازی ہی ہوتی ہے۔ ایسے ہی لوگ ایک بیج کو زمین پر ڈال کر اس میں سے پورا درخت اگتا ہوا بھی دکھا دیتے ہیں۔ اس نظر بندی کی اور بھی بہت سے قسمیں ہیں

2009 میں اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور میں بیٹھے ہوئے وہاں شعبہ نفسیات کے سربراہ اور مشہور رائٹر پروفیسر کاشف فراز صاحب سے اس موضوع پر بات ہو رہی تھی۔

ساتھ دوسرے پروفیسر صاحبان بھی بیٹھے ہوئے تھے۔

اس میں کاشف فراز صاحب نے بتایا: "چند ماہ پہلے ٹی وی والوں کی طرف سے پورے پاکستان کی سکالر مردوں اور عورتوں سے سوال کیا گیا کہ جادو کیا ہوتا ہے، اور لوگ عاملوں اور "بابوں" کے پاس کیوں جاتے ہیں؟

مگر کسی نے بھی کوئی معقول جواب نہ دیا۔ صرف ایک صاحب نے کہا: "اکثر لوگ ذہنی و نفسیاتی طور پر کمزور ہوتے ہیں، اسی وجہ سے وہ کسی سہارے کی تلاش میں رہتے ہیں

اور ایسے لوگ ہی عاملوں کے پاس جاتے ہیں"۔

نوے فیصد سے زیادہ لوگ تو کوئی جواب دینے سے پہلے ہی بھاگ گئے۔ان میں سائیکالوجی میں پی ایچ ڈی کرنے والے مرد اور عورت بھی شامل تھے۔

پاکستان میں بہت سے لوگوں سے ملنے کے بعد مجھے یہ اندازہ ہوا ہے کہ ہمارے ملک میں خاصی بڑی تعداد میں لوگ خود کو جادو کا شکار سمجھتے ہیں گو میرے ذاتی مشاہدے اور تجربات میں آیا ہے کہ پاکستان میں گراوٹ اور جادو کے شکار 98 فیصد لوگ صرف وہم کا شکار ہوتے ہیں۔

اسکی مثال اسطرح ہوتی ہے جیسے بہت سے لوگ یہ شگون لیا کرتے ہیں کہ صبح صبح فلاں منحوس شخص میرے "متھے" لگا تو اب سارا دن برا گزرے گا اور اکثر ان کا دن برا ہی گزرتا ہے اس لیے بہت سے دوکاندار صبح سویرے کسی کو سودا ادھار نہیں دیتے یا کسی کو صبح پیسے بھی ادھار نہیں دیتے۔

شگون لینے کا رواج پرانے زمانے میں ایشوریا سے شروع ہوا۔وہاں پر ان کے کاہن سرخ رنگ کا لبادہ پہن کر سر پر مخروطی ٹوپی رکھ کر اس مشق کو کیا کرتے تھے۔کاہن کے ہاتھ میں اس وقت ایک خاص قسم کا عصا بھی ہوتا تھا۔عبادت کے بعد وہ خاموشی سے مشرق کی طرف دیکھا رہتا تھا۔پھر اگر اس طرف سے چند پرندے نظر آتے تو وہ ان سے شگون لیتا کہ وہ کس طرف سے آئے اور کس طرف کو گئے۔

اسی قسم کے بہت سے شگون انڈیا میں سترھویں صدی عیسوی کے ظالم و سفاک ڈاکو ٹھگ بھی لیا کرتے تھے۔یہ ٹھگ مسافروں کو قتل کر کے ان کا مال لوٹ لیا کرتے تھے۔انہیں مہم پر جاتے وقت اپنی جان کا بھی خطرہ ہوتا تھا۔اس لیے انہوں نے پیشن گوئی کے مختلف مختصر سے

طریقے "شگون" ایجاد کر لیے تھے۔ اپنی مہم پر جاتے وقت اگر کوئی گدھا پیچھے سے بولتا تو اچھا شگون تصور ہوتا۔ اور اگر کوئی گدھا سامنے سے بولتا تو اسے برا شگون تصور کیا جاتا۔ اگر کوئی گیدڑ دائیں طرف سے بولتا تو اچھا شگون ہوتا اور اگر بائیں طرف سے بولتا تو برا شگون مانا جاتا ہے۔ برے شگون کی صورت میں وہ لوگ اپنی مہم سے واپس آجاتے تھے۔

انڈیا میں امام ضامن باندھنے کا رواج زیادہ تر شگون کے زمانے میں ہی سفر پر جاتے وقت پڑا تھا۔

شگون کا اصول یہ ہوتا ہے کہ جس چیز کو بھی انسان اپنے لیے خوش قسمتی یا بد قسمتی مان لیتا ہے۔ اپنے اعتقاد کی وجہ سے یہ چیز اسے نظر بھی آجاتی ہے۔ یہ ہمارے لاشعور کی طاقت ہی ہے جو کہ پختہ یقین (اعتقاد Faith) کے زیرِ اثر کام کرتی ہے اور انسان کو اس کے اعتقاد کی طاقت کے حساب سے مدد بھی کرتی ہے۔ اسی اعتقاد کی طاقت کی وجہ سے لاشعوری طور پر انسان صحیح وقت پر اس شگون والی جگہ پر پہنچ کر اچھا یا برا شگون دیکھ لیتا ہے۔ یہ شگون لینا اکثر صحیح نتائج دیتا ہے گو وہ شگون بھی سو فیصد درست نہیں ہوتے تھے اور نہ اب ہوتے ہیں۔

مثلاً دراصل آپکے لاشعور کی طاقت ہی ہے جو یہ فیصلہ کرتی ہے کہ آج کا دن اچھا گزرے گا یا برا۔ اگر آپ کسی وجہ سے اس وہم میں پڑ جاتے ہیں کہ آپ کا دن برا گزرے گا تو لاشعور آپکے دن کو برا بنا کر چھوڑے گا۔ اور اگر آپ نے یہ سوچا کہ دن اچھا گزرے گا تو نوے فیصد وہ دن اچھا ہی گزرے گا۔

ہمارے ملک میں وسائل کی کمی ہے۔ مسائل زیادہ ہیں بہت زیادہ تعداد میں لوگ اپنے کاموں کی ترقی کی جو رفتار چاہتے ہیں وہ انہیں نہیں ملتی (اکثر ہم لوگ اپنے کام پر نس چارلس کی طرح ہوتے دیکھنا چاہتے ہیں) تو انہیں یہ وہم پڑ جاتا ہے کہ ان پر کوئی گر دیا جادو ہے۔ اور جب

یہ وہم دل میں بیٹھنے لگتا ہے تو پھر اپنے راستے کی ہر دشواری ہر سر درد ہر ناکامی کو یہ جادو کے پلڑے میں ہی ڈالتے چلے جاتے ہیں اور ان کا وہم ان کے دل میں گہرا اترتا چلا جاتا ہے اور اس وہم کے نتیجے میں ان کے سارے کام الٹے ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ یہ دراصل خود پر خود ہی مسلط کیے ہوئے (Self imposed) جادو کے شکار ہو چکے ہوتے ہیں۔ پاکستان میں جادو کی شکایت کرنے والے افراد تو یں 98 فیصد لوگ اسی جادو (وہم) میں مبتلا ہیں۔

اشتہاری عاملوں کے پاس شاذ ہی کوئی آدمی ان کا امتحان لینے یا کسی اور مقصد کے لیے جاتا ہے۔ علاوہ اس کے کہ اسے جادو کی شکایت ہو۔ اس لیے جب بھی کوئی شخص ان کے دفتر میں داخل ہوتا ہے۔ تو وہ اسے اس پر جادو یا کرایا ہی بتاتے ہیں۔ آنے والا ان کی "غیب دانی" کو دیکھ کر حیران ہو جاتا ہے۔ اور اپنا وہم مزید پکا کر لیتا ہے۔ اشتہاری عاملوں کا تو کام ہی یہی ہوتا ہے کہ اپنے پاس آنے والے ہر آدمی کو جادو ہونے کا بتا کر اگلی جیبیں ہلکی کریں کیونکہ ان کے پاس تقریباً سارے اسی وہم میں مبتلا لوگ جاتے ہیں جب بھی کوئی آدمی ان کے کمرے میں داخل ہوتا ہے تو وہ پہلے اس کے مالی معاملات کی بندش کا بتاتے ہیں (چونکہ پاکستان میں 80 فی صد لوگوں کا مسئلہ ہے) اکثر ان کا تکہ صحیح بیٹھتا ہے ورنہ وہ اسی بات کو گھما کر بدمزگی اور پریشانی کا بتاتے ہیں کہ یہ جادو کی وجہ سے ہے۔

اب چھ سات بندوں کی اوسط فیملی میں ان میں سے اگر ان دونوں میں سے ایک مسئلہ نہیں ہے تو یہ ایک معجزہ ہی ہوگا خصوصاً اگر اس گھر میں پرائے گھر سے آئی ہوئی بہو بھی موجود ہو بہت سے عاملوں کے پاس تجرباتی طور پر جانے سے کے واضح ہوا کہ یہ بہت چالاک، فراڈیے اور ٹھگ قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ اور ان سے کوئی بہت ہی مضبوط عقیدے کا اور ہوشیار آدمی ہی بچ کر آ سکتا ہے۔ عورتیں تو ان کا بڑا ہی آسان شکار ہوتی ہیں۔ میرے تجربے کے مطابق

اشتہاری عاملوں کے پاس جانا بہت بڑی حماقت ہے۔ اکثر اشتہاری عامل دو تین یا چار مختلف نا موں کے ساتھ اشتہار دیتے رہتے ہیں اور انہی مختلف ناموں کے ساتھ لوگوں کو ملتے ہیں۔ اپنے ان شکاروں سے یہ جادو کے علاج کے لیے کئی کئی بکروں کے پیسے یا پھر ہزاروں روپے مہنگی چیزوں (جیسے زعفران وغیرہ) کا نام لے کر ٹھگ لیا کرتے ہیں۔ (بہرحال اشتہاری عاملوں کی تعداد میں روز بروز اضافے کی اصل وجہ لوگوں کے غلط اور کمزور عقائد ہیں)۔

میں خود بہت سے پیروں (خود ساختہ اور اصلی) اور نام نہاد اشتہاری عاملوں کو مل چکا ہوں۔ مزے کی بات یہ ہے کہ جب بھی یہ میرے ساتھ کھلے۔ تو ان میں اکثریت نے خود پر جادو ہونے کی شکایت کی اور مجھ سے اس میں مدد مانگی۔ ان کے کہنے کے مطابق ان کے دوسرے "کاروباری رقیبوں" نے ان پر بندش یا جادو کیا ہوا تھا۔

جادو کے وہم میں مبتلا لوگ اگر کسی غیر پیشہ ور حساب کرنے والے یا لوگوں کے مفت مسائل حل کرنے والی نیم روحانی یا روحانی شخصیت کے پاس اپنے مسائل لے کر جاتے ہیں تو وہ بھی انھیں یہی بتاتے ہیں کہ ان پر جادو ہوا ہے اور درحقیقت وہ انھیں غلط نہیں بتا رہے ہوتے کہ ان پر جادو ہوا ہے۔ کیونکہ ان کے پاس آنے والی شخصیت اپنے دل میں جادو کا وہم مسلط کر چکی ہوتی ہے۔ "چاہے جادو ہو یا جادو کا وہم ہو اثرات و نتائج سو فیصد ایک ہی ہوتے ہیں"۔ ایسے لوگوں کے منہ سے جادو ہونے کا سن کر تو ان کا وہم مزید پختہ ہو جاتا ہے اور پھر اس کے بعد ا نکے ذہن میں ہر چیز کے بارے میں منفی خیالات بھی آتے رہتے ہیں جسکے نتیجے میں ان کے سب کام الٹے ہونے لگ پڑتے ہیں۔ گو میری تحقیق میں یہ بھی آیا ہے کہ لوگوں کے لیے سب سے زیادہ خطرناک ہر گلی محلے میں بیٹھے ہوئے وہ "سیانے اور بابے" ثابت ہوتے ہیں جو کہ لوگوں کو ان کے مسائل کا حل بتانے کے لیے بیٹھے ہوتے ہیں یہ بابے پاس آنے والے تقریباً ہر شخص کو

کرادیا یا جادو کا شکار بنایا کرتے ہیں۔ یہ لوگ ایسا کام اکثر مفت یا اپنی تسلی تشفی کے لیے نہیں کرتے بلکہ اپنے کاروبار کو چمکانے کے لیے ایسا کرتے ہیں۔ عطائی سیانے اور بابے" اپنے پاس آنے والے ہر شخص کو جادو کے وہم میں مبتلا کر کے واپس بھیجتے ہیں۔ جو شخص بھی ایسے دو تین بابوں کے پاس ہو آتا ہے اسکے دل میں جادو کا پکا وہم بیٹھ جاتا ہے۔ جادو کا وہم ہو یا جادو اثر بالکل ایک سا ہوتا ہے۔

آپ تصور کریں کہ ایک شخص اچھا خاصا ان لوگوں کے پاس جاتا ہے۔ اور اپنے اوپر جادو ہوا ہونا لے کر واپس آتا ہے۔ ان بابوں کو تو یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ جادو ٹونے فیصد سے زیادہ وہم ہوتا ہے۔ باقی بد دعا یا ضمیر کی ملامت ہوتی ہے۔ انہیں صرف ایک ہی ٹیپ چلانا آتی ہے۔ جادو، جادو، جادو۔

اسی سلسلے میں ایک لطیفہ سنایا جاتا ہے کہ ایک ہائی سکول کے طالب علموں نے سوچا۔ آج پیریڈ میں پڑھائی کے بجائے چھٹی منائی جائے۔ انہوں نے ایک ترکیب سوچی۔ جس وقت ماسٹر صاحب کلاس میں آئے تو کلاس روم خالی تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک لڑکا اندر داخل ہوا اور ماسٹر صاحب کو چہرے کو غور سے دیکھ کر کہنے لگا" سر آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں محسوس ہو رہی"

ماسٹر صاحب نے کہا" میں تو بالکل ٹھیک ہوں"

تھوڑی ایک دوسرا لڑکا کلاس روم میں آیا اور ماسٹر صاحب کو دیکھتے ہی کہنے لگا۔" ماسٹر صاحب آپ تو آج بیمار لگ رہے ہیں۔"

ماسٹر صاحب نے جواب دیا" نہیں میں تو بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں"

پھر تیسرا لڑکا اندر آیا اور کہنے لگا" ماسٹر صاحب خدا خیر کرے آپ کا رنگ تو بالکل زرد ہو

رہا ہے۔ آپ بیمار تو نہیں؟

اب ماسٹر صاحب کچھ گھبرا کر غصے سے بولے "میں ٹھیک ہوں"

تھوڑی دیر کے بعد ایک چوتھا لڑکا اندر داخل ہوا اور کہنے لگا "ماسٹر صاحب' آپ کو تو بہت سخت بخار لگ رہا ہے۔ آپ کا رنگ تو بالکل زرد ہو چکا ہے"۔

جب ماسٹر صاحب نے چوتھے لڑکے سے بھی یہی سنا تو ان کا حوصلہ جواب دے گیا۔ انہوں نے لڑکوں کو پیریڈ سے چھٹی دے دی اور خود گھر جا کر چارپائی پر لیٹ گئے اور کمبل اوڑھ لیا۔

جب لڑکوں کے ماں باپ نے لڑکوں کو سکول گراؤنڈ میں خرمستیاں کرتے دیکھا تو ماسٹر صاحب کے پاس جا پہنچے۔ دیکھا تو وہ گھر میں ہیں۔ اور کمبل اوڑھ کر لیٹے ہیں۔ ان کا حال چال پوچھا۔ تو ماسٹر صاحب کہنے لگے "میں بیمار تھا لیکن مجھے اس کی کوئی خبر نہ تھی۔ شکر ہے لڑکوں نے دیکھ لیا اور مجھے بتا دیا"

اس لطیفے میں یہاں سبق یہ ہے۔ کہ عام لوگ بھی اسی طرح دو تین "بابوں" سے بیمار، بیمار، (یہاں جادو، جادو) سن کر واقعی ہی بیمار ہو جاتے ہیں۔ اس سے پہلے تو ان پر چاہے جادو ہوا بھی ہو تو کچھ واضح اثر معلوم نہیں ہوتا۔ مگر یہ مان لینے کے بعد ان کے ہاتھ پاؤں جواب دے جاتے ہیں۔

یہ اسی طرح ہے جیسے اگر کسی شخص کو ہیپاٹائٹس بی یا سی ہوا بھی ہو۔ تو وہ خوش باش، صحت مند پھر رہا ہوتا ہے۔ ڈاکٹر سے ہیپاٹائٹس ہونے کا سنتے ہی وہ لمبا لیٹ جاتا ہے۔ اور ہاتھ پاؤں چھوڑ دیتا ہے۔ اکثر ڈاکٹروں کا کام بھی ایسے تمام امراض کو لاعلاج بتانا ہوتا ہے۔ حالانکہ

میرے تجربہ میں آیا ہے کہ بہت سے یرقان ، ٹی بی اور کینسر کے مریض بھی صحت یاب ہو جاتے ہیں۔ خاص طور پر اگر مریض حوصلہ نہ ہارے۔

چکوال میں چند سال پہلے کا ایک واقعہ میں آپ کو سنانا چاہتا ہوں ایک عورت تھوڑے اندھیرے کمرے میں سے رضائی نکال رہی تھی اس کے ہاتھ میں کوئی چیز چبھی اس نے ہاتھ واپس کھینچ لیا۔ چند منٹ کے بعد دوبارہ رضائی نکالنے لگی تو پھر ہاتھ میں کوئی چیز چبھی۔ وہ عورت اپنے بھائی سے کہنے لگی کہ دیکھو رضائی میں کوئی کانٹا یا جھاڑی پڑی ہوئی ہے۔ اس کے بھائی نے دیکھا تو اسے وہاں ایک سانپ نظر آیا وہ مڑ کر اپنی بہن کو کہنے لگا کہ یہاں تو سانپ موجود ہے اسی نے تمہیں کاٹا ہوگا۔

پھر بھائی نے مڑ کر دیکھا تو وہ عورت بے ہوش ہو کر گر چکی تھی۔

یعنی سانپ کے کاٹنے کا تو اس پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا لیکن سانپ کا نام سنتے ہی وہ بے ہوش ہو گئی۔

میں یہاں ایک مثال آپ کو دیتا ہوں۔ آپ میرے پاس ایک ایسے نوجوان کو بھیج دیں جس پر کوئی جادو نہ ہو۔

اس کے بعد اگر میں نے اسے اس پر بتایا کہ وہ جادو کا شکار ہے تو وہ گھر واپس جادو کا شکار ہو کر ہی جائے گا۔ اور اگر کسی پر جادو ہوا بھی ہو تو اگر میں نے اسے بتایا کہ اس پر کوئی جادو نہیں ہے تو وہ گھر جادو سے آزاد ہو کر ہی جائے گا۔

ٹھگ قسم کے اشتہاری عامل تو ایسا کام اپنے گاہک (شکار) کو ٹھگنے کے لیے کرتے ہیں مگر یہ بابے یہ سب کام فی سبیل اللہ ہی کر کے روزانہ کئی خاندانوں کا بیڑا غرق کر رہے ہوتے ہیں۔

"زندگی میں کامیابی کیلئے مثبت اور پر امید رہنے کی اشد ضرورت ہوتی ہے" قرآن پاک میں ہے "اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں اللہ کی رحمت سے صرف کافر ہی مایوس ہوتے ہیں۔" جادو کے وہم میں مبتلا شخص امید و ہمت کھو کر نا امیدی اور مایوسی کی دلدل میں پھنس کر رہ جاتا ہے حالانکہ مایوسی کو کفر بھی کہتے ہیں۔ پھر یہ شخص اسے اپنے بچوں کو نہ پڑھنے، بچیوں کے رشتے نہ ہونے بیوی کی بیماری اور ہر طرح کی پریشانی کو جادو کے کھاتے میں ہی ڈالتا چلا جاتا ہے ان میں سے بہت زیادہ وہمی طبیعت کے لوگ تو یہ بھی یاد کر لیتے ہیں کہ ان کے گھر کے اندر پچھلے سال کوئی بکری کا کان پڑا ہوا ملا تھا یا ان کے کپڑوں پر چند ماہ پہلے خون کے دھبے ملے تھے۔ اور یہ سب جادو ہونے کی نشانیاں ہیں (حالانکہ اکثر بکری کا کان اکثر پرندوں کی بلی قصاب کی دکان سے اٹھا کر لائی تھی اور خون کے دھبے عالباً مچھروں سے لگے تھے) بر ادران۔ خون لگے ہونے یا کپڑے کٹے ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ وہاں بھوت یا بدروح بذات خود بیٹھی ہوئی ہے۔

صرف دو فیصد لوگوں پر اصلی جادو ہوا ہوتا ہے یا بددعا لگی ہوتی ہے دراصل یہ دونوں سوچ کی ہی طاقت ہوتی ہے کسی بھی چیز کو مان لینا اس کے امکانات کے دروازے کھول دیتا ہے جو لوگ جادو نہیں مانتے ان پر اصلی جادو بھی بہت کم اثر کرتا ہے یا بالکل اثر نہیں کرتا جبکہ ماننے والے پر اسکا بہت زیادہ اثر ہوا کرتا ہے اب سے چند سال پہلے چکوال میرے گھر ایک نوجوان مجھے ملنے آیا غریب سے گھر کا یہ نوجوان مجھے پہلے بھی دو تین بار مل چکا تھا۔

حال چال پوچھنے کے بعد مجھے بتانے لگا میری ماں بیمار رہتی ہے۔ اسے سانس کی تکلیف ہے۔ میں بڑا خرچہ کر چکا ہوں مختلف عاملوں کے پاس سے ہو کر آ چکا ہوں پچھلے دنوں چکوال جہلم پر آنے والے لوکل مشہور عامل عرف "کھسکل" کے چکر میں لگا رہا ہوں۔ وہ مجھ سے کوئی بیس ہزار روپے لیکر ہضم کر چکا ہے اور ماں وہی بیمار کی بیمار ہے۔

گمشکل سے شکایت کی تو وہ مجھے دوسرے لارے دینے لگا کہ میں تمہیں روزگار میں مدد کردوں گا۔اس سے سختی سے بات کرنے یا اسے پیٹنے سے ڈر لگتا ہے کہ وہ مجھ پر ہی کوئی جادو ہی نہ کردے۔ مجھے یہ سن کر افسوس بھی ہوا اور ہنسی بھی آئی۔ بہرحال اسے بتایا" کسی دن آنا کھٹے چلیں گے۔ گمشکل مجھے جانتا ہے وہ پیسے واپس کرے گا۔ یا میں اسکا صحیح بندوبست کروں گا۔"

مجھے پہلے بھی ایسے کئی نقلی اور اصلی عاملوں کی ٹنڈ کرنے کا خاصا تجربہ ہے۔

پھر اسے بتایا کہ اس کی ماں پر سایہ، جادو یا آسیب کچھ بھی نہیں۔وہ صرف وہم میں مبتلا ہے۔لیکن اب تم اسے لاکھ بتاؤ کہ اسے وہم ہے کوئی سایہ وغیرہ نہیں۔وہ تمہاری بات نہیں مانے گی۔

اب تم نے یہ کرنا ہے کہ ایک ڈبہ لیکر اس میں آٹے کا بنایا ہوا پتلا رکھنا ہے۔اور اس میں پرانے چھوٹے رنگ برنگے کپڑوں کی کترنیں ڈال کر اس ڈبے میں مختلف رنگ اور مصالے ڈالنے ہیں۔پھر اس پتلے کے سر میں اور اس جگہ پر زنگ آلود پرانی سوئیاں گھاڑنی ہیں جس مقام پر ماں کو درد کی شکایت ہے۔اب اس پتلے کو گھر میں کہیں بھی صحن میں دفن کر دینا ہے۔

پھر اگلے چند دن کسی مشہور عامل بابا کی تعریف کرنی ہے۔اور اس کے بعد ماں کو بتانا ہے کہ اس بابے نے مجھے گھر میں وہ جگہ بتائی ہے جہاں پر جادو دفن ہے۔

تم نے پہلے دن غلط جگہ کھودنی ہے۔ناکام ہونے پر پھر بابے کے پاس جانے کا ڈھونگ کرنا ہے اور پھر اصل جگہ سے کھود کر" کالا جادو" نکال لینا ہے۔پھر اسے باہر کہیں دور کسی کنویں میں پھینک دینا ہے۔

ماں یہ سب کچھ دیکھ کر خود ہی صحت یاب ہو جائے گی۔

پھر اس کے بعد تم نے خود ہی پانی پر 19 بار آیت الکرسی پڑھ کر وہ پانی کونوں میں 11 دن تک صبح شام چھڑکنا ہے۔ اور ماں کو مصروف رکھنے کے لیے کوئی بھی قرآنی آیت دن میں دو بار آدھے گھنٹے تک پڑھنے کا بتانا۔ اور کہنا کہ" جلالی عامل بابے" کا حکم ہے کہ اس پر ضرور عمل کیا جائے۔

وہ نوجوان میری تجویز پر خوش ہوا اور عمل کرنے کا وعدہ کر کے چلا گیا۔

میں پہلے بھی کئی بار ایسا ڈرامہ کر کے کئی عورتوں کی جادو اور سائے وغیرہ سے" جان بخشی" کروا چکا تھا۔ یہ اسلیے کرنا ہوتا ہے کہ جن کو یہ وہم ہو چکا ہو کہ وہ خالی باتوں سے نہیں مانتے۔ انہیں عملی طور پر ہی کچھ دیکھنے کے بعد ہی یقین آیا کرتا ہے۔

گو نئے لوگ میری باتیں سن کر جادو کے وہم میں پھنسنے سے ضرور بچ جاتے ہیں۔ لوگوں کو چاہیے کہ وہ جادو کے وہم سے بچیں۔ پھر اپنے مستقبل کے سنہرے منصوبے بھی تکمیل سے پہلے لوگوں کو بتا کر انہیں حسد کا شکار نہ کریں۔ منصوبہ پورا ہو گیا تو لوگ خود بھی دیکھ لیں گے۔ اور جسکو جادو کا وہم ہو۔ انکو چاہیے کہ سورہ فلق اور سورہ ناس مغرب کے بعد ہر شام 101،101 بار پڑھ کر پانی پر پھونک کر خود اور گھر والوں کو مہینہ بھر پلائیں اور گھر کے کونوں میں بھی چھڑکیں اور پھر سب اثر ختم ہو جائے گا بہتر ہے کہ ایسے پرانے جادو کے وہم میں مبتلا لوگوں کو بعد میں بھی کسی نہ کسی ورد یا ذکر میں مصروف رکھیں کہ کچھ عرصہ ایسی" پریڈ" کر کے ہی ان کا یہ برسوں پرانا وہم ختم ہوتا ہے۔ انکا علاج اسی طرح ممکن ہے۔

جادو اور سحر کا وجود تو ہوتا ہے لیکن اسے نہ ماننے والے پر (یا یہ سوچنے والے پر کہ اس

پر جادو نہیں ہو سکتا) اسکا اثر نہ ہونے کے برابر ہے۔ اصلی عامل کے کیے ہوئے جادو کا اثر نہ ماننے کی صورت میں 10% سے زیادہ نہیں ہوتا جبکہ خود پر جادو ہوا مان لینے کے بعد یہی اثر بڑھتا بڑھتا 90% تک چلا جاتا ہے۔

برسوں کی روحانیت میں زندگی میں ایسے ہزاروں لوگوں سے سابقہ پڑا جن پر جادو ہوا تھا۔ میری اس معاملے میں بڑی لمبی تحقیق یہ کہتی ہے کہ ان میں سے کوئی نوے فیصد وہم کے شکار تھے۔ باقی تقریباً پانچ فیصد کو ان کا ضمیر ان کے ماضی کے غلط کرتوتوں کی وجہ سے ملامت کر رہا تھا۔ باقی کوئی تین فیصد کو کسی کی بددعا لگی تھی۔ ضمیر کی ملامت والے بھی اکثر بددعا کا شکار ہوتے ہیں کہ بددعا اسے ہی لگتی ہے جو ظالم ہو۔ پنجابی میں مظلوم کی اس بددعا کو "ھا" کہتے ہیں۔ کوئی دو فیصد ہی جادو کا شکار ہوتے ہیں۔

جادو کی کچھ نہ کچھ حقیقت تو ہوتی ہے۔ لیکن بنیادی طور پر یہ سب ذہن کی طاقت ہوتی ہے۔ دراصل اس کا اثر اتنے دن ہی رہتا ہے۔ جتنے دن کوئی جادو کرنے والا کچھ پڑھائی وغیرہ کرنے میں لگا ہو۔ اتنے دنوں میں اس شکار کا کچھ نقصان (جیسے چھوٹا موٹا حادثہ ہو جانا وغیرہ) ہو سکتا ہے لیکن اگر دل میں وہم بیٹھ جائے تو پھر جتنا عرصہ یہ وہم رہتا ہے اس شخص کا بیڑا غرق ہی سمجھیں۔ بہرحال جادو کا اثر ذہن پر ہی ہوتا ہے اور اس کا شکار کمزور اور منفی سوچوں اور وہم میں مبتلا ہونا شروع ہو جاتا ہے چاہے اصلی جادو (یعنی سوچ کی طاقت) ہو یا وہم۔

گو جادو کرنے والا اور کرانے والا مکافات عمل کے اصول کی وجہ سے اپنی سزا بھگتتا ہے۔ وہ بھی خوش نہیں رہتا۔ بہرحال جادو سے بچنے کی سب سے بڑی ترکیب یہ ہے کہ اسے (صحیح قرآن کے ماننے والے کی طرح) خود پر ہونے کا مانا ہی نہ جائے۔

جیسے اہل حدیث کا عقیدہ یہ ہے کہ بیشک حضور ﷺ پر جادو ہوا تھا مگر اسی وقت اس کا علاج اللہ تعالٰی نے بذریعہ وحی سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کی صورت میں بتا دیا۔ اب جو اسے پوری زندگی پڑھے گا اس پر کسی صورت جادو نہیں ہو سکتا۔ (یہی صحیح ترین عقیدہ ہے)

عام لوگ صبح و شام تین تین بار پڑھ لیں تو جادو سے بچے رہیں گے۔ جن کو خود پر جادو ہونے کا خیال ہو انکو چاہیے کہ یہی سورتیں سو سو بار صبح اور شام پڑھ کر پانی پر پھونک کر پانی خود پی لیں۔

پھر ایک اور بڑا اہم علاج یہ ہے کہ ساتھ یا ورد و ظیفہ ایسی اور ذیہ سو بار آیت الکرسی ایک جگہ ایک وقت پر چالیس دن تک پڑھی جائیں تو ہفتے کے اندر اندر جادو الٹا کرنے والے کی طرف چل پڑتا ہے۔ جادو کے توڑ کا یہ بڑا مستند طریقہ ہے۔ یہ ہر طرح اور ہر لیول کے کسی بھی جادو کا بڑا پکا توڑ ہے۔

مگر سب سے اہم بات یہ ہے کہ جادو کے شکار اکثر لوگ علاج باہر ڈھونڈتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ اگر ان کا مالی مسئلہ حل ہو جائے تو وہ ٹھیک ہو جائیں گے۔ یا انہیں چلا چلایا کوئی کاروبار مل جائے تو ان کے مسائل حل ہو جائیں گے۔

یہ لوگ دراصل اپنے مسئلے کا حل باہر ڈھونڈ رہے ہیں۔ حالانکہ مسئلے کا حل ان کے اندر موجود ہے۔ یہ لوگ اپنے اندر سے تبدیلی کریں اور بے یقینی ختم کر کے اپنے اندر یقین کو جگائیں مثبت سوچ رکھیں۔

اور پھر چند ہی ہفتوں بعد میں ہر قسم کا جادو اور ہر قسم کے مسائل کا خاتمہ ہو جائے گا۔

"میں اپنے بڑے لمبے عرصے کے ان معاملات کے تجربات و مشاہدات کے بعد مثبت اور

پر امیدی کی سوچ (Optlimistic Thinking) کے خاتمے کو جادو کی علامت اور اثر مانتا ہوں اور ایسے لوگوں میں (Optlimistic) سوچ کے عامل ہونے کو جادو کا خاتمہ سمجھتا ہوں ۔ یہ ہی اس معاملے میں اہم ترین بات اور اس کا مکمل علاج ہے۔"

کاش وہ لوگ جو جادو کے وہم کا شکار ہیں اسی شدت سے یہ یقین کر لیں کہ انکی زندگی میں کامیابیاں اور کامرانیاں ملیں گی کیونکہ انہوں نے کسی سے کوئی زیادتی نہیں کی۔ کسی کا حق نہیں مارا۔ تو میرا دعویٰ ہے کہ انکو تھوڑے دنوں کے بعد ہر طرف سے کامیابیاں ملیں گی۔ اشتہاری عامل مکمل فراڈ اور ڈھونگ ہوا کرتے ہیں۔ ان میں سے اکثر حکمت میں ناکامی کے بعد عملیات میں آئے ہوتے ہیں میں ان میں سے بیسیوں کول کران سے حقیقت دریافت و معلوم کر چکا ہوں بہر حال پھر بھی پیشہ ور عاملوں اور جادو ٹونے کے ماہروں سے میرے دوست قلندر کی درخواست ہے کہ وہ صدر اوباما پر بھی جادو کر کے دکھائیں تا کہ ساری دنیا کی اس سے جان چھوٹے۔

جو لوگ خود کسی پر جادو ٹونے کرنے اور انکا نقصان کرنے کے چکر میں رہتے ہیں وہ یہ یاد رکھیں کہ دنیا کا پکا قانون ہے کہ جیسی کرنی ویسی بھرنی۔

جو مشکل آپ کسی کے لیے کھڑی کر رہے ہیں وہ جلد یا بدیر آپ کے پاس واپس آئے گی ایسے ٹونہ وغیرہ کرنے والے (عام لوگ یا عامل) یہ سمجھتے ہیں کہ انکے شکار کو کیسے معلوم ہوگا کہ ان پر جادو کس نے کیا ہے یہ سوچنا دراصل عقل کا ہی کھانا ہے۔ تو بیوقوف شیطانو! جس پر ظلم ہوا کی بددعا سیدھی ظالم کے گھر پہنچتی ہے بددعا کو گھر معلوم کرنے یا کسی سیانے، عامل یا بابے کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہوتی وہ سیدھی آتی ہے۔ گو اس میں کچھ وقت (کبھی کبھی چند برس) بھی لگ سکتے ہیں مگر یہ پہنچتی ضرور ہے کسی پر بھی جادو ٹونہ مت کریں بعض دفعہ مشکلات کے شکار

لوگوں کی بد دعائیں ساری عمر پیچھا نہیں چھوڑتیں۔

جادو کے وہم میں مبتلا لوگوں کو ایک احتیاط ضرور کرنی چاہیے وہ یہ کہ مالی مشکلات سے نکلنے کیلیے راتوں رات امیر بننے کے پلان چھوڑ کر قدم بقدم کاروباری ترقی کا سوچیں۔ جو بھی کاروبار کرنا چاہیں پہلے اس کا عملی تجربہ ضرور حاصل کریں۔ پھر چھوٹے پیمانے پر کاروبار کی شروعات کریں اس کے بعد آہستہ آہستہ اسے بڑھائیں۔ عملی تجربہ رکھنے والا شاذ ہی اپنے کاروبار میں ناکام ہوتا ہے۔ پھر یہ لوگ ان نقصانات سے نکل آئیں گے میں نے اکثر ان لوگوں کے دل میں راتوں رات مالدار ہونے کا خیال بیٹھا دیکھا ہے۔ جو کہ عملی دنیا میں بہت کم ہی پورا ہوتا ہے اسی چکر میں وہ مزید نقصانات کرتے رہتے ہیں۔

پڑھے لکھے انسان کو یہ سمجھانا ہی کافی ہے کہ اگر وہ خوشی کی سوچ زیادہ ذہن میں گھمائے گا تو کچھ عرصے کے بعد خوش قسمت بن جائے گا اور بد قسمتی گھمائے گا تو بد قسمت۔ اسی طرح جادو بد قسمتی کی سب سے بڑی قسم ہے جو انسان کو نہ صرف مالی بلکہ ہر معاملے میں روکتی ہے۔

یہ اسی طرح ہے جیسے سیلف ہیپناٹزم ہے کہ ایسے لوگ ہر وقت یہ سوچتے رہتے ہیں کہ وہ جادو کا شکار ہیں اور اسی وجہ سے ان کے سب کام "باندھے" ہوئے ہیں۔

اب مثبت سوچ کو سمجھنے والے لوگ تو یہ بات پڑھ کر با آسانی سمجھ سکتے ہیں کہ جب ایسی نا امیدی کی سوچ ہی ذہن پر حاوی ہو تو پھر ہر کام میں ناکامی ہی انسان کا مقدر ہوتی ہے۔ "حقیقت یہ ہے کہ ایسی نا امیدی کی سوچ (Pasivemistive سوچ) کا اور جادو کا ہونا ایک سکے کے دو رخ ہیں لیکن جو شخص مثبت و منفی سوچ کو سمجھتا ہو وہ شخص ہی اس بات کا سمجھ سکتا ہے اور ایک مضحکہ خیز بات یہ ہے کہ جو شخص جادو کے وہم میں مبتلا ہو وہ اس

بات کونہ سمجھتا ہے اور نہ ماننا چاہتا ہے۔"

ایسا انسان وقتی طور پر ونر کی بجائے لوزر کی کیفیت میں ہوتا ہے اور لوزر کی کیفیت میں انسان جو بھی کام کرے اس میں ناکامی ہی ہوتی ہے۔

پرابلم یہ ہے کہ پاکستان میں لوگوں کی اکثریت مثبت اور منفی سوچ کو اصولوں سے واقف نہیں ہے۔ حالانکہ خوش قسمت بننے کے لیے اس اصول کو سمجھنا بڑا ضروری ہے۔

مثبت سوچ ہر وہ سوچ ہے جو آپ کو خوشی، کامیابی اور خوشحالی کی طرف لے جائے۔ اس میں لوگوں کی مدد کرنا، زکوٰۃ دینا، ایمانداری، سچائی، صبر، اور ہر طرح کی نیکی کے کام شامل ہیں مگر اسکے زیادہ اہم حصے میں خوش رہنا، اپنے بارے میں خوش قسمت ہونے کا یقین رکھنا، ہر کام کرتے وقت اس میں نفع و کامیابی کی امید رکھنا اور دنیا کو اچھی جگہ سمجھنا شامل ہیں۔

دوسری طرف چوری، ڈاکہ، رشوت، ظلم و زیادتی، دھونس دھاندلی، کمزوروں کو دبانا، ظلم و زیادتی، نفرت حسد، اداسی، بے صبری، اور ہر طرح کے گناہ، مایوسی و منفی سوچیں ہیں مگر اس کے زیادہ خطرناک قسم دنیا کو بری جگہ سمجھنا، اس کے برے ہونے کی باتیں کرتے رہنا، ہر کام کرتے وقت مایوسی اور ناکامی کی سوچ رکھنا شامل ہیں۔

اس میں ایک بہت اہم چیز یہ بات سمجھنا کہ ان میں سے جس قسم کی سوچیں بھی ہم زیادہ تر وقت ذہن میں کچھ عرصہ گھماتے رہتے ہیں۔ ہمارا ذہن ان پر ہی عمل پڑتا ہے۔ وہی سوچیں آٹومیٹک طور پر سوچا رہتا ہے اور وہی چیزیں یہ تخلیق بھی کرتا رہتا ہے۔

کو اصلی جادو بھی حقیقت میں سوچ کی طاقت ہی ہوتا ہے۔ یہ اتنے دنوں تک ہی نقصان کرتا ہے جتنے دن جادوگر پڑھائی وغیرہ میں لگا رہتا ہے۔

اسی طرح کچھ لوگ کالی زبان والے بھی ہوتے ہیں۔ ان کی سوچ اتنی طاقتور ہوتی ہے۔ کہ وہ جو بات منہ سے نکالیں جو بھی عمل کریں۔ اس کا دس فیصد اثر ہوتا ہے۔ مگر وہ بھی ان پر ہوتا ہے جو کسی سے زیادتی کرتے ہیں۔ کامیاب ترین "اصلی عامل" بھی یہی لوگ ہوتے ہیں۔

اس لئے ہمارے لئے لازمی ہے کہ کسی کو ناجائز نہ دبائیں۔ خصوصاً اپنے سے کمزوروں کو نہ دباؤ میں رکھا کریں۔ جیسے ہمارے ملک میں ساس بہو کو دبا رہی ہوتی ہے، بہو کا بس چلتا ہے تو وہ ساس یا نندوں کا جینا دوبھر کر دیتی ہے۔ جس کے نتیجے میں وہ سب کی سب ظلم کرنے والی مظلوم کی بددعا کا شکار ہو کر مختلف تکلیفوں اور بیماریوں میں گھری رہتی ہیں۔ اس طرح دفتر میں سینئرز اپنے ماتحتوں کو ناجائز دبا رہا ہوتا ہے جب تک وہ اپنے ظلم سے توبہ نہ کر لیں وہ ان مشکلات اور بیماریوں سے باہر نہیں آ سکتے۔

اکثر ایسے ظالم لوگوں کو خود پر جادو ہونے کا بھی وہم ہوا ہوتا ہے۔

باقی جو شخص بھی جادو کرتا یا کرواتا ہے تو قیامت والے دن اس کی نیکیاں دوسرے کو (یعنی جس پر جادو ہوا ہے) مل جائیں گی۔ بلکہ دنیا میں بھی وہ عذاب ضرور کاٹے گا اور ایسا وہم بھی انہیں اکثر رہتا ہے اور اس وقت تک رہتا ہے جب تک وہ ظلم و جادو سے توبہ نہ کر لیں۔

اس میں سب سے اہم سبق یہ ہے کہ اپنے سے کمزوروں پر ظلم نہ کریں، انہیں ناجائز دبائیں۔

ہر قسم کے جادو کا علاج مثبت سوچ میں ہے اور اصلی جادو کا مقابلہ بھی قرآن پاک کی پڑھائی میں ہے، "دنیا میں ہر جگہ انرجی کا مقابلہ انرجی سے ہی ہوتا ہے، یہاں بُری انرجی کا مقابلہ اچھی انرجی (نور) سے کیا جاتا ہے"۔ قرآن پاک کی آیتوں کی پڑھائی یا ورد اگر کچھ عرصہ مسلسل کیے جائیں تو یہ آپ کے آس پاس ایک ہالہ (ایک ڈھال سی) بنا دیتے ہیں جس کی وجہ سے کوئی بھی غلط چیز (مثلاً لوگوں کی منفی سوچیں، نظر، جادو، بددعا وغیرہ) آپ تک نہیں پہنچ پاتی۔ "خصوصاً درود شریف اور آیت الکرسی کا ورد ایک بڑی مضبوط ڈھال ہوتی ہے۔"

آج کل اصلی جادو کہیں بھی نہیں پایا جاتا اسے ماننے سے ہی انکار کر دیں (قلندر کہہ رہا ہے کہ اس معاملے میں وہابیوں کی سوچ سے ہی فائدہ اٹھائیں تو بہت بہتر ہوگا) ایسی سوچ کہ مجھ پر جادو ہو ہی نہیں سکتا سب سے بہتر، سچ اور دانشمندانہ سوچ ہوتی ہے پھر آپ پر کسی ایسی چیز کا اثر نہیں ہوگا۔

آخر میں آسان لفظوں میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ہر انسان کے اندر ایک خوداعتماد اور طاقتور شخصیت اور حصہ (Winner ونر) ہوتا ہے۔ اور ایک شخصیت کا کمزور اور غیر خوداعتماد حصہ (Loser لوزر) ہوتا ہے۔ انسان جو کام بھی ونر کی حالت میں کرے وہ سو فیصد ہو جاتا ہے اور لوزر کی حالت میں کیا گیا کام سو فیصد نہیں ہوا کرتا۔ خوداعتماد اور طاقتور حصے کے سو جانے کو ہی جادو کہا جاتا ہے چاہے یہ کام کسی نے دور سے اپنی سوچ یا عمل کی طاقت سے کیا ہو یا یہ سوچ انسان نے خود پر مسلط کر لی ہو۔ جب یہ ونر کا حصہ سو جاتا ہے تو انسان پر جادو ہوا

سمجھیں اور اس مضبوط اور طاقتور (وظائف اور تیر والے) حملے کے جا گئے کو جادو کا خاتمہ سمجھیں۔

میرا مسخرہ دوست قلندر طنزیہ انداز میں ٹھوکا مار کر مجھے ایک بڑے کام کی بات کہہ رہا ہے آپ بھی سن لیں "تم تو ہو ہی بے وقوف اور ایسے ہی رہو گے۔ لوگوں کو اس مسئلے پر لمبا چوڑا لیکچر دے کر ان کا وقت ضائع مت کرو۔ انہیں سیدھا سیدھا کہو کہ وہ پاکستان میں اپنا مالی مسئلہ حل کر لیں تو انکے ساٹھ فی صد جادو کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اور پھر اللہ تو کل بھی ہو تو سو فی صد جادو ختم ہو جائے گا"۔

پھر غصے میں کہہ رہا ہے۔

"مسلمانو ہوش کرو تم بے اعتقادے اور بزدل ہو۔ آخری نبی ﷺ اور اللہ کو ماننے والے ہو تو ہر رات کو سوتے وقت تین بار سورہ فلق اور تین بار سورہ ناس پڑھ کر اپنے اور گھر والوں پر پھونک لیا کرو۔ پھر کسی بھی قسم کا جادو تمہارے نزدیک بھی نہیں آ سکتا۔ رسول پاک ﷺ نے جادو کا یہ پکا اور آسان علاج بتایا ہے۔ جادو کی ایسی کی تیسی۔"

آپ بھی غور کریں کہ وہ جادو کا کتنا صحیح حل دے رہا ہے اور سچ تو یہ ہے کہ میں بھی "جادو کے شکار" سینکڑوں لوگوں سے گفتگوں کی مغز ماری کے بعد بھی اس صحیح اور مکمل (تقریباً مکمل) حل پر نہیں پہنچ سکا ہوں۔ کم از کم یہی سب سے صحیح حل ہے۔

اب میں چند بہت اہم باتیں اور اصول آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔

1۔ شیطان جنوں میں سے ہی ہے قرآن پاک میں لکھا ہے "شیطان نے کہا کہ میں تیرے بندوں کو قیامت تک بھٹکاؤں گا۔ میں ان پر دائیں بائیں آگے پیچھے سے

آؤں گا اور تو ان میں سے کم ہی کو شکر گزار پائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ تیرا داؤ ان پر نہیں چلے گا جو مجھ پر تقویٰ رکھتے ہیں۔"

یہاں پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ پر تقویٰ کرنے والوں پر جنوں اور شیطانوں کا زور نہیں چلتا۔ ہم برصغیر پاک و ہند کے رہنے والے لوگ بچپن سے ہی جنوں، بھوتوں، دیوں، پریوں کی کہانیاں سن کر بڑے ہوتے ہیں اور وہ کہانیاں ہمارے لاشعور میں کہیں بیٹھی ہوتی ہیں۔ اسی وجہ سے ہم لوگ بڑی جلدی ان ڈروں، وہموں (یعنی جادو ٹونوں) کا شکار ہو جاتے ہیں۔

ہماری پرانی تحریر شدہ تاریخ کے مطابق پرانے عراقی (کلدانی، بابلی) جادو میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ وہاں سے یہ علم نینوا (حضرت یونسؑ کے شہر) بھی گیا۔ اسی طرح مصری فرعون بھی جادو ٹونے کے ماہر ہوا کرتے تھے۔ یہودیوں نے بھی مصر کی غلامی کے دور میں جادو کا اثر لیا۔ حضرت عیسیٰؑ کے بعد کچھ عیسائی فرقوں پر بھی جادو کا اثر رہا۔ گو ابراہیمی مذاہب یعنی یہودی مذہب، عیسائیت اور اسلام میں جادو کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

پرانے ہند، چین اور جاپان کے مذہبی رہنما جادوئی رسوں کے ماہر ہوا کرتے تھے۔ غرض کہ دنیا کے تقریباً سبھی پرانے مذاہب اور کلچرز میں نادیدہ طاقتوں اور بری ارواح سے ڈرنے، انہیں پوجنے، اور انہیں دشمنوں کی تباہی کے لیے استعمال کرنے کا خاصا ذکر ملتا ہے۔

مختصراً دنیا کی ہر قوم کے پرانے لٹریچر میں شیطان، عفریت، اور ارواحِ خبیثہ کا وجود پایا جاتا ہے۔ رفتہ رفتہ اس عقیدے میں انسانوں کے توہمات نے عجیب عجیب اضافے کیے یہاں تک کہ وہ تمام اقوام کے مذاہب اور کلچر کا پکا (واضح یا خفیہ) حصہ بن گیا۔ سائبیریا اور جنوبی امریکہ کے شامان، افریقہ کے ووڈو کے ماہرین، ہندوستان کے پنڈت و جھاڑ پھونک کرنے والے، مسلمانوں کے خودساختہ ماہرین عملیات، مشرقی یورپ کے جھاڑ پھونک کرنے والے پادری، یہ تقریباً سب کے سب انہی توہمات کی باقیات ہیں۔ سلاوی قوم کا خون چوسنے والا عفریت (انگریزی میں سے vampire کہتے ہیں) ایرین قوم کا عورتوں کا ہم صحبت والا شیطان (جو آج کل پاک و ہند میں آدمی نیند کی حالت میں جن کی شکل میں عورتوں کو ملتا ہے) ہندوؤں کا راکشش جو شکلیں تبدیل کرنے کا ماہر ہے۔ جاپان کا طوفان لانے والا لوفی بھی سب اسی کی شکلیں ہیں۔ ہمارے ویرانوں میں ملنے والے غول بیابانی، چڑیلیں، ایکیا بیتال اور چھلاوے بھی یہی کچھ ہیں۔ ان چیزوں پر یقین کرنے والوں نے کمی اس لیے بھی نہیں آئی کہ ان تمام چیزوں کو ہمارے کچھ پیسے اور شہرت کے بھوکے ادیبوں نے داستانوں میں ضم کر دیا۔ ایسے ادیب بھی اس صف میں موجود ہیں جو کہ حقیقت اور فکشن کو ملا کر لکھتے ہیں یہ زیادہ خطرناک ہوتے ہیں۔ ایک کہاوت ہے کہ صاف جھوٹ خطرناک نہیں ہوتا مگر سچ میں ملا جھوٹ بہت خطرناک ہوتا ہے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ سفید فام اقوام میں شیطان سیاہ فام ہوتا ہے جبکہ افریقہ میں اسے گورا کہتے ہیں (میرا مسخرہ دوست قلندر کہہ رہا ہے۔ کہ گوروں نے جو سلوک پچھلی چار

صدیوں افریقیوں سے کیا اس حساب سے تو شیطان کا سفید رنگ ہی سو فیصد صحیح لگتا ہے۔)

2۔ ہم جس چیز سے ڈر جائیں اس کے خلاف قوت مدافعت کھو بیٹھتے ہیں اور اس کے سامنے جیسے لیٹ جاتے ہیں اور اس کا آسان شکار بن جاتے ہیں۔

3۔ جس گھر میں زیادہ ورد و وظائف کیے جائیں روحانی مشقیں کی جائیں یا زیادہ عبادت کی جائے، اس میں عبادت کرنے والوں کا وجود مثالی ایکٹو ہو کر (جاگ کر) گھر میں کچھ عجیب سے حرکتیں شروع کر دیتا ہے۔ اس گھر میں اکثر دستک وغیرہ کی آوازیں آیا کرتی ہیں، خوشبو آیا کرتی ہیں، کچھ چھوٹی موٹی چیزیں (چابیاں وغیرہ) بھی گم جایا کرتی ہیں جو کہ ایک دو دن بعد وہاں قریب ہی دوسرے میز وغیرہ پر پڑی مل جاتی ہیں۔ یہ سب طاقتیں دراصل انسان کی مدد کے لیے ہوتی ہیں لیکن ہم اپنی کم علمی اور توہم پرستی کی وجہ سے انہیں جن، بھوت، سایہ، دیو یا چڑیل سمجھ لیتے ہیں اور پھر ہمارے اسی یقین کی وجہ سے یہ وہی چیز بن جاتی ہے جو ہم مانتے ہیں۔ میرے تجربے میں آیا ہے کہ پاکستان میں بہت سے گھروں میں جنوں، چڑیل یا بھاری جگہ کی شکایت کی وجہ یہی ہوتی ہے۔

ڈاکٹر براؤن کو ایک ایرانی نے بتایا کہ چلے کاٹنے والے تنہائی، فاقہ کشی اور غیر معمولی توقعات کے باعث وہموں میں مبتلا ہوتے ہیں اور ایسی حالت میں انہیں عجیب و غریب خیالی صورتیں بھی دکھائی دینے لگ پڑتی ہیں جنہیں وہ جن کہتے ہیں۔

4۔ جہاں تک نوجوان لڑکے لڑکیوں کو "جن پڑنے" کا تعلق ہے یہ تقریباً سب کے

سب شیزوفرینیا (مالوخولیا) کے کیس ہوتے ہیں۔ جن بچے بچیوں کی وقت پر شادی نہ ہو اکثر وہ ذہنی دباؤ کی وجہ سے اس مرض کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ان کا لاشعور دو حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے ایک حصے کو دوسرے کی کوئی خبر نہیں ہوتی۔ مزید یہ کہ جب کسی پر اس قسم کا دورہ پڑتا ہے تو پاس کھڑا کوئی شخص جب یہ کہتا ہے کہ اسے جن پڑ گیا۔ تو ایسے شخص کا لاشعور اس وقت اتنا ایکٹو ہوا ہوتا ہے کہ وہ جن پڑنے کا ڈرامہ شروع کر دیتا ہے۔ اس وقت اکثر لڑکیاں مردوں کی آواز میں بولنا شروع کر دیتی ہیں اور لڑکے عورتوں کی آواز میں بولتے رہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ مرد و عورت دونوں کے گلے میں بھاری اور پتلی دونوں آوازوں کے کاؤ ہوا کرتے ہیں۔ گو سننے والے لوگ دورہ پڑنے کے دوران ایسی آواز سن کر اسے جن کا بولنا ہی مان لیا کرتے ہیں۔ اکثر مریض یہ حرکتیں دوسرے سب لوگوں کی توجہ لینے کے لیے بھی کرتے ہیں۔

گو جن پڑنے میں بے شمار لڑکیاں ایسا کر اس وجہ سے بھی کر رہی ہوتی ہیں کہ اکثر وہ جہاں پر شادی کرنا چاہتی ہیں گھر والے وہاں مان نہیں رہے ہوتے اور کسی دوسری جگہ پر ان کی شادی کرنا چاہتے ہیں۔

قرآن پاک میں جن کا لفظ استعمال ہوا ہے عربی میں کوئی تیرہ (13) چیزوں کو جن کہا جاتا ہے اس میں جراثیم، ماں کے پیٹ میں بچہ، زمین کے اندر رہنے والا سانپ، جنگلی انسان اور نظر نہ آنے والی بہت سی چیزوں کو جن کہا گیا اس میں دوسرے سیاروں کی مخلوق بھی شامل ہوتی ہے۔

مزید قرآن پاک میں حضرت سلیمان کے واقعہ میں جنوں کا بڑی بڑی دیگیں پکانا اور ہیکل سلیمانی بنانا یہ سب مجھے وجودِ مثالی والے جن کا ہی کام لگتا ہے۔ وجودِ مثالی والا جن ایک حقیقت ہوتی ہے۔ ہمارے وجودِ مثالی میں کم از کم دس آدمیوں کی طاقت ہوتی ہے۔ یہی وجودِ مثالی اکثر لوگوں کو دور کسی مقام پر جیسے حج وغیرہ کرتا نظر آجاتا ہے جب کہ حقیقت میں وہ شخص ہزاروں میل دور اپنے گھر میں ہوا کرتا ہے۔ اور اسے اپنے وجودِ مثالی کے حج کرنے کی اکثر کوئی خبر نہیں ہوتی۔ خود مجھے اس قسم کے واقعات کے خاصے شواہد ملے ہیں۔ بہرحال یہ وجودِ مثالی دوسرے لوگوں کو نقصان بالکل نہیں پہنچاتا۔ (میری کتاب اسرارِ روحانیت اور کامیاب زندگی میں انسان کے وجودِ مثالی کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔)

5۔ ہمیں شکر گزاری کے فوائد کا بہت کم ہی علم ہوتا ہے۔ ہم اپنی زندگی کا زیادہ تر حصہ یہ سوچنے میں گزارتے ہیں کہ ہمارے پاس کیا نہیں ہے۔ نہ کہ یہ کہ ہمارے پاس اللہ کا دیا کیا کچھ موجود ہے۔ ہم زیادہ تر وقت یہی گلہ کرتے رہتے ہیں کہ ہمارے پاس فلاں فلاں چیز (مثلاً کار، کوٹھی، عہدہ) موجود نہیں ہے۔ ہم اکثر اسی وجہ سے خود کو بدقسمت ماننا شروع کر دیتے ہیں۔ ہم دوسروں سے خواہ مخواہ اپنا تقابل اور مقابلہ کرتے رہتے ہیں۔ اور اسی نتیجے میں حسد کا شکار ہو کر کبھی جادو ٹونا شروع کر دیتے ہیں۔ یا اسی نتیجے میں زندگی کی دوڑ میں پیچھے رہ جاتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ حسد میں تو ہمسائے کی مرغی بھی بھینس نظر آتی ہے۔

حسد کا ایک بہت بڑا نقصان یہ بھی ہوتا ہے کہ اگر آپ یہ سوچتے ہیں۔ کہ آپ پیچھے

رہتے جا رہے ہیں۔ اور فلاں شخص آپ سے آگے بڑھتا جا رہا ہے۔ تو آپ اس شخص سے پیچھے ہی رہیں گے۔ اس لیے حسد سے لازمی بچنا چاہیے۔

اگر ہم اپنے پاس موجود چیزوں کو غور سے دیکھیں تو معلوم ہو گا کہ ہمارے پاس کافی کچھ موجود ہے۔ جو کہ ہمیں خوش رکھنے کے لیے کافی ہے۔

شکر گزاری بھی لوگ اس طرح کرتے ہیں۔ کہ منہ سے اللہ کا شکر کر رہے ہوتے ہیں۔ جبکہ اندر سے یہ سخت گلہ ہوتا ہے کہ ہمارے پاس فلاں فلاں چیز موجود نہیں ہے۔ یہ شکر گزاری کا ایک بالکل غلط طریقہ ہے۔

شکر گزاری کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ جب بھی شکر ادا کریں اس شکر کو اپنے ذہن میں، اپنے دل کی گہرائیوں میں محسوس کریں۔ یہی شکر ادا کرنے کا صحیح طریقہ ہے۔

جو آدمی بھی اس طرح شکر ادا کرنا شروع ہو جاتا ہے۔ اس کے حالات حیرت انگیز طریقے سے چند دنوں میں ہی بدل جاتے ہیں۔

یہ شکر اگر عزت کے معاملے میں کیا جائے تو چند ہی دنوں میں عزت میں اضافہ ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

اگر صحت کے معاملے میں کیا جائے تو صحت میں بہتری ہونا شروع جاتی ہے۔ اور اگر مال و دولت کے معاملے میں کیا جائے تو چند ہی دنوں میں مال و دولت میں اضافہ ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ جس کسی نے بھی ایسا کرنا شروع کیا اسے بہت سے ذہنی و مادی فوائد حاصل ہونا شروع ہو گئے۔

ایسا شکرا گر ہر شام سونے سے پہلے چند منٹ مسلسل چند منٹ ہی روز کیا جائے تو تھوڑے ہی وقت میں ہر طرح کے "برسوں پرانے اور پکے جادو و بندش کا خاتمہ" بھی ہو جاتا ہے۔

6۔ زندگی کا شعور ہونا کامیاب زندگی گزارنے کے لیے اشد ضروری ہے۔

زندگی کا شعور اچھے اور برے کی پہچان کو کہتے ہیں پھر چھوٹی نیکی، بڑی نیکی، چھوٹی برائی اور بڑی برائی میں فرق معلوم ہونے کو کہتے ہیں۔ پھر اس چیز کو کہ انسان اپنے ترجیحات (پرائیرٹیز) کو پہچانے۔ کہ کس چیز کو زندگی میں اولیت دینی ہے۔ کس چیز کو دوسرا نمبر دینا ہے۔ اور تیسرے نمبر پر کون سی چیز ہے۔ اور بے کار کون سی ہے جسے چھوڑ دینا چاہیے۔

ہم اپنی زندگی کا زیادہ تر ایسی چیزوں کو پرائیرٹیز (اولیت) دیتے رہتے ہیں جنہیں در حقیقت چوتھا یا پانچواں نمبر دینا چاہیے۔ یہ بھی ہماری ناکامی کی خصوصاً ہماری مالی و مادی ناکامیوں کی ایک بہت بڑی وجہ ہوتی ہے۔

زندگی کا شعور ہو تو صرف پھر ہی دینی، سیاسی، کاروباری، سماجی اور صحت کا شعور آیا کرتے ہیں۔

ایک دلچسپ چینی کہاوت ہے کہ اگر آپ نے ایک بھوکی عورت کو مچھلی دے دی تو ایک دن کا مسئلہ حل کیا۔ اور اگر مچھلی پکڑنا سکھا دیا تو ساری عمر کا مسئلہ حل کر دیا۔

زندگی کا شعور دینا در حقیقت ساری عمر کا مسئلہ حل کرنا ہی ہے۔ اسے سمجھ کر ہی آپ ایک بہت کامیاب اور خوشحال زندگی گزار سکتے ہیں۔

7۔ کوئی بھی شخص اگر زندگی میں ایک واحد مقصد رکھ کر اس پر مستقل مزاجی سے کام کرنے لگ پڑے تو اٹھانوے فیصد وہ اس میں کامیاب ہو ہی جائے گا۔

لیکن اگر ایک ذہین ترین (جینئس) شخص کو بھی ایک وقت میں چار مقاصد دے دیں تو لکھ لیں کہ وہ اس میں ناکام ہی ہوگا۔

اور اگر ایک بڑے سادہ اور بیوقوف سے شخص کو بھی ایک واحد مقصد دے دیں اور وہ اس پر مستقل مزاجی سے کام کرے تو لکھ لیں کہ وہ اس میں ضرور کامیاب ہوگا۔

پاکستان میں اگر آپ اپنی آمدنی کو حلال طریقے سے اپنی ضرورت کے مطابق لے جانے کو کوئی اپنا واحد مقصد بنا لیں تو پھر انشاءاللہ آپ اس میں ضرور کامیاب ہو جائیں گے۔

8۔ جسے یہ وہم ہو کہ اسے نظر بد جلد لگتی ہے اسے اکثر نظر بد ہی لگتی رہتی ہے۔ جس کا یہ خیال ہو کہ اسے نظر نہیں لگ سکتی۔ اسے بڑے سے بڑا نظر لگانے والا دس فیصد سے زیادہ نقصان نہیں کر پاتا۔

9۔ اسلام کی روحانیت ہمیں بتاتی ہے "اور قرآن پاک بھی اس کی پوری تائید کرتا ہے" کہ حضرت آدمؑ ہی نہیں ہم سب جنت سے نکالے ہوئے ہیں۔ یہ دنیا ایک امتحان گاہ ہے۔ روز جزا کو ہم نے سب اعمال کا جواب دینا ہے۔

قرآن پاک میں ہے کہ اللہ نے کن فیکون کہہ کر اس دنیا کو بنایا۔ انسان کو تو اپنے ہاتھوں سے بنایا۔

پھر اس دنیا میں اپنے ازلی ابدی قانون لگائے۔ دنیا ان قوانین پر ہی چل رہی ہے۔
یہ قوانین قرآن پاک سے پہلے کی تمام صحیح الہامی کتابوں میں موجود ہیں اور قرآن پاک و سنت رسول میں مکمل طور پر بیان کر دیئے گئے ہیں۔ اس دنیا میں جس شخص نے بھی ان پر عمل کیا فائدہ اٹھایا اور آخرت میں بھی اٹھائے گا۔ اور جس قوم نے بھی ان پر عمل کیا وہ دنیا کی لیڈر بن گئی۔ اور جس شخص یا قوم نے بھی ان سے روگردانی کی وہ نقصان میں رہا۔

اس دنیا میں چھوٹی سی نیکی بھی اگر آپ کسی کے ساتھ کرتے ہیں تو وہ واپس آتی ہیں اور اگر چھوٹی سی برائی بھی کریں تو وہ بھی واپس آتی ہے۔ اس اصول کو توڑنا ناممکن ہے۔
لیکن دنیا چونکہ امتحان گاہ ہے، اور امتحان گاہ ہونے کے لیے اچھائی اور برائی دونوں کا موجود ہونا ضروری ہے۔ اسی وجہ سے اگر نیکی کرتے ہی اس کا صلہ مل جاتا تو ہر شخص نیک ہو جاتا اور بدی کرتے ہی اس کی سزا مل جاتی۔ تو ہر شخص برائی سے تائب ہو کر نیک بن جاتا تو پھر یہ دنیا امتحان گاہ ہی نہ رہتی۔

شیطان کو بھی اللہ کی اسی حکمت کی وجہ سے قیامت تک چھوٹ ملی ہوئی ہے تاکہ وہ دنیا کو امتحان گاہ بنائے رکھے۔

اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ بھی انسانوں کو نظر نہیں آیا کرتا کہ اگر وہ نظر آ جاتا تو پھر تمام لوگ نیک ہو کر اس کی راہ پر چل پڑتے اور دنیا امتحان گاہ ہی نہ رہتی۔

10۔ انسان زمین پر اللہ کا خلیفہ ہے۔ گو انسان ایک قطرہ پانی ہے اور اللہ ایک سمندر ہے۔ ہم سب نے بھی واپس اسی سمندر میں جانا ہے۔ انسان کی بے پناہ صلاحیتوں

کا قرآن پاک میں واضح تذکرہ ہے۔ جتنے نبی اور پیغمبر بھی دنیا میں آئے انہوں نے اپنی کرامات کے ذریعے انہی صلاحیتوں کا انسان کو بتایا اور اس راہ کا بھی بتایا جس پر چل کر انسان ان صلاحیتوں کو پا سکتا ہے۔ یہ نیکی سچائی اور پیار کی راہ (دین کی راہ) ہی ہے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "میں نے اپنی امانت زمینوں پہاڑوں اور آسمانوں کو پیش کی وہ ڈر گئے اور نہ مانے انسان نے اسے اٹھا لیا بے شک وہ نادان اور خود پر ظلم کرنے والا ہے۔"

مزید لکھا ہے "ہم اس قرآن کو پہاڑوں پر نازل کرتے تو اللہ کے خوف سے وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے"

اور یہ بھی لکھا ہے "اللہ شہ رگ سے بھی قریب ہے۔"

یہاں پر انسان کا اللہ کے نائب ہونے اور اس طاقت ور ترین امانت کے حامل ہونے کا بتایا گیا ہے۔ پھر قرآن پاک میں ہی ہے کہ فرشتوں کو حکم دیا گیا۔ وہ آدم کو سجدہ کریں۔ یہ سجدے کا حکم اللہ کا خلیفہ (نائب) ہونے اور اللہ کی امانت کا حامل ہونے کی وجہ سے ہی تھا۔

قرآن پاک میں مزید لکھا ہے کہ آدم کو سب چیزوں کے اسماء (علم) سکھائے گئے۔ یعنی انسان کے اندر (اس کی روح اور لاشعور میں) تمام قسم کے علوم اور بے پناہ طاقت و صلاحیتیں موجود ہیں۔

پھر لکھا ہے۔ "جو اللہ پر تقویٰ کرے اللہ اس کو مشکل سے نکالے اور ایسے ذریعے

سے روزی دے جو اس کے گمان میں بھی نہ ہو۔ (سورۃ طلاق آیت نمبر 2 اور 3)

صرف اسی اوپر بیان کردہ آیت پر غور کرنے سے ہمیں واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے
۔ کہ اللہ پر پختہ بھروسہ (تقویٰ) کر کے اور اس کی راہ پر چل کر ہماری تمام ضروریات پوری
اور تمام مشکلیں باآسانی حل ہو سکتی ہیں۔

قرآن پاک میں ہی لکھا ہے" جو بھلائی تمہاری طرف آتی ہے وہ میری طرف سے
ہے۔ اور جو برائی تمہارے ساتھ ہوتی ہے، وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہے۔"

ان آیتوں پر غور کرنے سے ہمیں واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ کا عطا کردہ نور ہماری
طرف وہ تمام چیزیں کشش کر کے لے آتا ہے۔ یا ہمیں ان چیزوں تک لے جاتا ہے جو
ہمیں ضرورت ہوتی ہیں۔ لیکن ہمارے گناہ (دوسروں سے ظلم وزیادتی، اللہ پر تقویٰ نہ
رکھنا) اس نور پر پردہ ڈال دیتے ہیں اور مصیبتیں مشکلیں ہم پر حملہ کر دیتی ہیں۔

قرآن پاک میں ہے" تم میں بڑا وہ ہے جسے اللہ پر زیادہ تقویٰ ہے۔ (سورۃ
الحجرات 13)

11۔ لاشعور اور روح کی تمام صلاحیتوں کو سب سے کامیاب اور بڑے لیول پر
استعمال کرنے کا طریقہ اللہ پر تقویٰ ہے۔ تقویٰ کا مطلب اللہ پر پختہ بھروسہ (ایمان،
Faith) ہے۔

اللہ پر تقویٰ کا مطلب اس کے وجود پر پختہ یقین رکھ کر مثبت سوچ کے ساتھ اس کی
راہ پر چلنا ہے۔ اس پر تقویٰ کا مطلب اللہ کے خلیفہ ہونے کی حیثیت سے اس کی عطا کردہ

اللہ کی ہی تمام صلاحیتوں کا حامل ہونے پر یقین بھی ہے۔ اللہ کی صلاحیتیں تو لا محدود ہیں لیکن انسان بھی ان صلاحیتوں کو خاص حد تک استعمال کر سکتا ہے۔ تمام انبیاء اور رسولوں نے اپنی زندگیوں میں ان صلاحیتوں کا عملی مظاہرہ کر کے دکھایا اور ہمیں اس چیز کو سکھایا ہے

۔

جیسے حضرت ابراہیم کو آگ نہ جلا سکی۔ انہوں نے چار پرندے ذبح کرکے پھر انہیں زندہ ہوتے دیکھا۔ حضرت عزیز سو سال مردہ رہنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوئے اور پھر اپنے گدھے کو بھی دوبارہ زندہ ہوتے دیکھا۔ حضرت موسیٰ کو سمندر نے راستہ دے دیا ۔حضرت عیسیٰ نے برص کے مریضوں کو ٹھیک کیا مادر زاد اندھوں کو بینائی دی۔ مردوں کو زندہ کیا۔ مٹی کے پرندے بنا کر اس پر پھونک مارتے تھے تو وہ زندہ ہو کر اڑ جایا کرتے تھے۔ یہ تمام وہ اللہ کے حکم سے کرتے تھے۔ حضرت سلیمانؑ کا تخت ہوا میں اڑتا تھا۔ وہ جانوروں کی بولی بھی سمجھ لیتے تھے تخت بلقیس تقریبا 2000 میل کے فاصلے سے پلک جھپکتے میں آ گیا۔ جو شخص یہ تخت لے کے آیا تھا اس کے بارے میں قرآن پاک میں ہے کہ اس کے پاس کتاب کا چھوٹے ذرے کے برابر (ہرن کے برابر) علم تھا۔ (یہاں آپ یہ تصور کر سکتے ہیں کہ کتاب کا زیادہ علم کیا کیا کر سکتا ہے۔) رسول پاک ﷺ نے چاند کو دو ٹکڑے کرکے دکھایا۔

12۔ یقین کا اصول روحانیت کا سب سے اہم اور بنیادی اصول ہے۔

یہ اصول بتاتا ہے کہ مضبوط پختہ یقین آپ جس چیز پر رکھیں گے وہ چیز ہو جائے گی۔

یہ آپ جس کام پر بھی رکھیں گے۔ اس کام میں کامیابی ہوگی۔ یہ اگر پتھر پر بھی رکھیں گے تو پتھر سے بھی فائدہ ہوگا۔

بھی یقین آپ نے اللہ پر (مضبوط پختہ ایمان کی صورت میں) اپنے خلیفۃ العرض اور اللہ کی عطا کردہ اس کی تمام بے پناہ طاقت و صلاحیتوں اور بہت اونچی قسم کی ذہانت کا حامل ہونے اور اپنی شریعت کی راہ پر چلنے پر رکھنا ہے۔

یقین کا اصول معلوم نہ ہو تو اگر دو سو سال بھی انسان روحانیت کے سفر میں رہے تو اسے کچھ نہیں ملے گا اور اگر کچھ مل بھی گیا تو یہ اس کے ہاتھ سے چلا جائے گا۔ آج تک روحانیت میں جس کو بھی کچھ ملا اسے یا تو اللہ پر پختہ توکل تھا یا اپنے مرشد پر بہت پختہ یقین تھا۔

درحقیقت دنیا میں ہر کامیابی کی وجہ یقین ہے اور ہر ناکامی کی وجہ یقین کی کمی یا غلط استعمال ہے۔ یہ انسان کی فطرت ہے کہ اگر کسی کام کو کرتے وقت اس پر یہ خیال غالب ہو کہ یہ کام نہیں ہوگا تو وہ اس میں پوری محنت ہی نہیں کرتا اور اسی وجہ سے وہ اس میں ناکام رہتا ہے۔ انسان کو یہ خیال ہوتا ہے کہ جب ناکام ہونا ہے تو پھر محنت کیوں ضائع کی جائے۔

دوسری طرف اگر کسی کام کو کرتے وقت اسے کامیابی کا خیال ہو تو وہ اس کام میں پوری محنت کرتا ہے کہ اسے کامیابی کی امید ہوتی ہے۔ اسی سوچ اور محنت کی وجہ سے اس کا کام ہو جاتا ہے۔

اسی وجہ سے ہر کام کو کرتے وقت کامیابی ذہن میں رکھنے کی صورت میں اس کام میں کامیابی کا امکان بہت زیادہ ہو جاتا ہے اور اگر آپ کو اندر سے ایسا پختہ یقین ہو تو آپ کو لاشعور کسی مشکل ترین (بلکہ بظاہر ناممکن قسم کے) کام کو بھی کامیابی سے مکمل کر لیا کرتا ہے۔ لاشعور کی بے پناہ طاقت اور صلاحیتوں کے لیے کوئی کام بھی مشکل نہیں ہوتا بس آپ کو اپنی کامیابی کا یقین ہونا چاہیے پھر ہی آپ خود کو اس کام میں کامیاب ہونے کی اجازت دیتے ہیں۔

13۔ میری کوئی تیس سال کے قریب کی گہری تحقیق میں مجھے بالکل واضح طور پر یہ علم ہو چکا ہے کہ درود وظائف اور نوافل کی وجہ سے ہمارا نوری وجود جاگ جاتا ہے اور اسی نوری وجود کے جاگنے کے ساتھ ساتھ انسان کو اللہ تعالیٰ کی خلیفۃ الارض ہونے کی حیثیت سے عطا کردہ اللہ کی تمام صلاحیتیں بھی جاگنا شروع ہو جاتی ہیں۔ یہ صلاحیتیں بہت وسیع قسم کی، بے پناہ طاقت ور اور بہت اونچی قسم کی ذہانت کی حامل ہوتی ہیں۔ اس موضوع پر ہمارے دوسرے مذہبی اور روحانی سکالروں نے بہت کم (خصوصاً اس زاویے سے) تحقیق کی ہے گو علامہ اقبال اس چیز کو خاصے بہتر طریقے سے سمجھ چکے تھے

زندگی میں عام لیول کی کامیابی کے لیے صرف زندگی میں واحد مقصد اور سوچ کا مثبت ہونا ہی کافی ہے مگر روحانیت میں کامیابی کے لیے وجود مثالی کا جاگنا اور مضبوط پختہ یقین (Faith) کا ہونا مل کر ہر قسم کی اور ہر لیول کی روحانی کامیابی کے لیے کافی ہیں۔" بس ساتھ آپ سچے کھرے ہو جائیں اور اندر باہر سے ایک ہو جائیں۔"

چھوٹا آدمی روحانیت میں بڑے لیول پر بھی نہیں جا سکتا۔

14۔ آپ کی لاشعور کی صلاحیتیں اور طاقتیں بے پناہ ہیں۔ لیکن یہ یقین کے اصول پر کام کرتا ہے۔ لیکن یہ بچوں کی طرح ہے اسے صحیح اور غلط کی کوئی تمیز نہیں ہے۔ سوچ کے ذریعے جو پروگرام اسے زیادہ وقت دیا جائے یہ وہی قبول کر کے اس پر عمل کرنا شروع کر دیتا ہے۔ اسی وجہ سے جو شخص خود کو بدقسمت مان لیتا ہے لاشعور اسے بدقسمت بنانا شروع کر دیتا ہے۔ اور چند عملی ناکامیوں کے بعد جب اس شخص کو اپنی بدقسمتی کا پختہ یقین ہو جاتا ہے تو وہ شخص بدقسمت بن جاتا ہے۔ اور جو شخص خود کو خوش قسمت ماننا شروع کر دیتا ہے لاشعور اسے خوش قسمت بنانا شروع کر دیتا ہے۔ اور جب کسی شخص کو اپنی خوش قسمتی پر پختہ یقین ہو جاتا ہے تو یہ شخص انتہائی خوش قسمت بن جاتا ہے۔

لاشعور کو دور ہونے والی چیزوں کا بھی علم ہوتا ہے اور یہ ہمارے امکانی مستقبل سے بھی واقف ہوتا ہے لیکن جب یہ خود کو بدقسمت مان لیتا ہے تو یہ ایسے شخص کو ہر غلط موقع پر اور نقصان والی جگہ پر لے جایا کرتا ہے اور اس شخص کا نقصان کراتا رہتا ہے۔ خود کو خوش قسمت ماننے والے شخص کو یہ ہر صحیح موقع اور فائدے والی جگہ پر خود بخود لے جایا کرتا ہے اور اس کا فائدہ کرایا کرتا ہے۔

اگر آپ بیمار ہیں اور آپ کو یہ یقین (وہم) ہو جاتا ہے کہ آپ صحت مند نہیں ہوں گے تو آپ کبھی صحت مند نہیں ہوں گے اور اگر آپ کو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ آپ بیماری سے صحت یاب ہو جائیں گے تو پھر ان شاء اللہ آپ لاعلاج بیماری سے بھی صحت یاب ہو جائیں

گے۔ لاشعور کی طاقت کی یہ بڑی ادنیٰ سی مثال ہے۔

انسانی ذہن لاشعور کے آگے جیسے بے بس ہوتا ہے لاشعور کی طاقت اور صلاحیتیں بے پناہ ہیں۔ اس میں بہت زیادہ توانائی، بے پناہ صلاحیتیں اور بہت اونچے درجے کی ذہانت بھی پائی جاتی ہے۔ یہ ہر ضرورت کی چیز کو اپنی طرف کشش کرتا ہے ہر قسم کی مادی چیزیں اور ہر طرح کی معلومات بھی یہ بآسانی انسان تک لے آتا ہے۔" لاشعور ہماری جان کی حفاظت اور ہماری زندگی کو انتہائی کامیاب بنانے کی پوری صلاحیت رکھتا ہے۔ اور یہ کام اسکے لیے بالکل آسان ہے۔ بس آپ نے اسکی ان صلاحیتوں پر بھروسہ ہونا چاہیے "۔

یقین(Faith) کو سمجھ اور صحیح طریقے سے استعمال کرنا سیکھ لیا جائے تو یہ بے پناہ طاقت ور اور ایٹم بم سے بھی زیادہ خطرناک ہتھیار ہے۔

علامہ اقبال نے اسی بارے میں کہا ہے۔

غلامی میں کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں

جو ہو ذوق یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں۔

ولایت، بادشاہی، علم اشیاء کی جہانگیری

یہ سب کیا ہے فقط اک نقطہ ایماں کی تفسیریں

براہیمی نگاہ پیدا مگر مشکل سے ہوتی ہے

ہوس (لالچ وڈر) سینے میں چھپ چھپ کر بنا لیتی ہے تصویریں

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

سائنسدانوں نے یہ بھی معلوم کیا ہے کہ لاشعور کی صلاحیتوں پر جتنا بھروسہ کیا جائے یا اتنی ہی زیادہ کام کرتی ہیں۔

دراصل پیدا ہونے سے مرنے تک کا تمام بندوبست اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر رکھ دیا ہے۔ لیکن ان ضرورت کی تمام چیزوں کو کشش کرنے کی صلاحیت وہی شخص استعمال کرتا ہے جسے اس کا علم ہو اور جو اپنی اس صلاحیت پر یقین رکھتا ہے۔ خود کو خوش قسمت ماننے والا شخص لاشعوری طور پر اس صلاحیت کو ہر وقت استعمال کرتا رہتا ہے۔

آگے بتائی گئی راضی بہ رضا کی مشق میں اس صلاحیت کو استعمال کرنے کی بہت آسان اور کارآمد ترکیب بتائی گئی ہے۔ اس میں آپ بآسانی اپنی ہر طرح کی ساری عمر کی بدقسمتی کو تھوڑے ہی وقت میں انتہائی خوش قسمتی میں تبدیل کر سکتے ہیں۔

15۔ ہر قسم کی بدقسمتی کا ایک بڑا آسان علاج اسلامی روحانیت میں راضی بہ رضا کی مشق میں موجود ہے۔ یہ مشق بڑی آسان ہے۔

اس میں آپ نے صرف یہ کرنا ہے کہ آج کے بعد روزمرہ کی زندگی میں جو بھی واقعہ آپ کے ساتھ پیش آتا ہے۔ آپ نے اس میں اپنے لیے کوئی بہتری بھجنی ہے۔ جیسے اگر آپ کا کسی کے ساتھ جھگڑا ہوتا ہے تو اس میں بھی کوئی بہتری بھجنی ہے۔ آپ بیٹھ کر یہ سوچیں کہ یہ جھگڑا کیوں ہوا؟ آپ کے کردار میں کیا کمی ہے؟ آپ اب سے ہی محتاط ہو

جائیں تا کہ کل یہ جھگڑا بڑھنے نہ پائے۔ یا اس شخص سے دور ہو جائیں۔

اسی طرح اگر آپ کو کاروبار میں کسی نقصان کا سامنا ہوتا ہے تو اس میں بھی بہتری ہے۔ آپ بیٹھ کر سوچیں کہ یہ نقصان کیوں ہوا ہے؟ اس سوراخ کو بند کریں ورنہ کل پوری کشتی ڈوب سکتی ہے۔

اسی طرح اگر آپ کہیں جا رہے ہیں اور راستے میں ٹریفک میں پھنس جاتے ہیں تو اس میں کوئی بہتری سمجھیں، یہ سوچیں کہ آپ صحیح وقت پر ہی منزل پر پہنچیں گے۔ ہو سکتا ہے لیٹ ہونے کی وجہ سے آپ کسی حادثے یا پریشانی سے بچ جائیں۔ منزل پر کوئی غلط شخص بھی موجود ہو سکتا ہے جو کہ آپ کے لیٹ ہونے کی وجہ سے وہاں سے چلا جائے

اس مشق میں آپ نے اپنی زندگی پہلے کی طرح ہی گزارنی ہے۔ کوششیں اور جدوجہد ترک نہیں کرنی ہے بلکہ ہر وقت کی الجھنوں، ڈر و خوف اور شکوک وشبہات سے بچنا ہے۔ یہ تمام منفی چیزیں ہماری نوے فیصد سے زیادہ ذہنی وجسمانی توانائی کو کھا جاتی ہے۔ اور زیادہ وقت ایسا سوچنا ہمیں منفی اور کمزور سوچوں کا عادی بنا دیتا ہے۔ ہم دنیا کو ایک بری جگہ اور زندگی کو سراسر تنگ اپنی منفی سوچ کی وجہ سے ہی سمجھتے ہیں۔ اس سوچ سے بھی نجات اور ہر وقت دنیا کے خطرات سے مقابلہ کرتے رہنے کی سوچ (بوجھ) سے بھی نجات مل جاتی ہے۔ پھر مثبت سوچ ہمیں ایک بہت زیادہ اور نہ ختم ہونے والی انرجی بھی دیتی ہے۔ جو کہ زندگی میں خوش وکامیاب رہنے کے لیے اشد ضروری ہے۔ ہم سب کا لاشعور ہماری ہر خطرے (جسمانی، ذہنی یا مالی) سے حفاظت کرنے اور ہماری زندگی کو انتہائی کامیاب بنا

نے کی پوری صلاحیت رکھتا ہے۔ اور وہ یہ کام بڑی آسانی سے کر لیتا ہے بشرطیکہ ہماری سوچ مثبت ہو اور ہمیں اس کی اس صلاحیت پر یقین ہو۔ اس ہر وقت مثبت سوچنے کی عادت کی بدولت آپ اگلے تین چار ماہ میں ہی انتہائی کامیاب اور پُر اعتماد انسان بننا شروع ہو جاتے ہیں۔

راضی بہ رضا کی یہ مشق جس نے بھی شروع کی تھوڑے ہی دنوں میں اس کی زندگی میں ہر طرح کی بہتری شروع ہو گئی اور چند ہی ہفتوں میں ان کی زندگی انتہائی کامیابی اور خوشحالی کی طرف چل پڑی۔

اس کے بعد ہو سکے تو ساتھ مزید برکت کے لیے درود ابراہیمی یا سورۃ اخلاص چلتے پھرتے پڑھ لیا کریں۔ اور ہر روز کسی وقت یا رات سونے سے پہلے کچھ وقت "صحیح طریقے اور دل کی گہرائیوں سے" خدا کا شکر ادا کیا کریں۔

(ایک ہدایت: اس کتاب کو کم از کم پانچ بار پڑھیں پھر آپ کو اس کی ساری سمجھ، اس کے استعمال کا طریقہ اور اس میں پوشیدہ پیغام کی بھی صحیح سمجھ آ جائے گی)۔

☆☆☆☆☆

آپ کے لیے دعا گو: قمر اقبال صوفی

Find Me On Facebook

Qamariqbalsufi@gmail.com